© rasailojaraid.com

کس لئے؟

از

(حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی)

ہستی کا یہ نظام محسوس جس میں ہم (یعنی بنی آدم) بھی شریک ہیں، اسی کے متعلق عموماً انسانی فطرت میں اس قسم کے بنیادی سوالات جو اٹھتے رہتے ہیں مثلاً یہی کہ اس کی ابتداء کیا ہے، انتہاء کیا ہے اسی سلسلہ کا آخری سوال یہ بھی ہے، کہ آخر یہ جو کچھ بھی ہے اس کا مدعا کیا ہے؟

اپنی کتاب "الدین القیم" کے پہلے حصہ میں اس آخری سوال کے سوا تقریباً ان تمام سوالوں کے ان جوابوں کو بیان کر چکا ہوں جن پر اسلام کے علمی اور فکری نظام کی بنیاد قائم ہے، عام طور پر ان ہی کی تعبیر لوگ "عقاید" کے لفظ سے کرتے ہیں، مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمیں کیا جاننا اور کیا ماننا چاہئے گویا اسی سوال کا جواب کتاب کے اس پہلے حصہ میں دیا گیا تھا۔ متعدد بار مختلف مقامات میں یہ کتاب چھپ چکی ہے۔ اور متعلقہ حلقوں میں کافی روشناس ہو چکی ہے۔

لیکن اسلام کے عملی نظام یعنی ایک مسلمان کو دینی حیثیت سے کیا کرنا چاہئے جو اسی آخری سوال مدعا کیا ہے؟ اسی سوال کا گویا جواب ہے، وعدہ کیا تھا کہ اس کی تفصیل کتاب کے دوسرے حصہ میں کی جائے گی لیکن ایفاء عہد کا موقعہ ہی نہیں مل رہا تھا، اب اپنے خاص کرم فرما مولانا عتیق الرحمن مدیر "برہان" (ایدہ اللہ بروح منہ) کے اصرار بلیغ سے قلم اٹھا لیا گیا ہے۔ تاکہ اس پرانے وعدہ کو پورا کیا جائے۔ نہیں جانتا کہ "اجل مسمی" میں اتنی گنجائش باقی بھی رہ گئی ہے یا نہیں کہ جو کچھ ارادہ کیا گیا ہے وہ پورا ہوگا، بہرحال حق سبحانہ وتعالیٰ ہی کی طرف سے توفیق رفیق ہو سکتی ہے اس کی مشیت ہوگی، تو کام ختم ہوگا، ورنہ

گر بمیریم عذر ما بپذیر　　اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طے ہی کیا گیا ہے کہ جیسے جیسے مسودہ قلم بند ہوتا جائے قسط وار مجلہ برہان میں وہ شائع ہوتا رہے کام شروع کیا جاتا ہے وَالاِتمام علی اللّٰہ تعالیٰ وھُوَ حسبی ونعم الوکیل

کس لئے؟ کے اس عنوان کا ... مضمون کی پیشانی پر درج کیا گیا ہے، مطلب اس کا یہی ہے کہ یہ آسمان و زمین، ہوا، مٹی، پانی، جمادات و نباتات و حیوانات، انسان، الغرض وہ سب کچھ جو ہمارے سامنے ہے اس کی پیدائش و آفرینش کا مدعا کیا ہے؟ اسی سوال کا جواب دیا جائے، اور بتایا جائے کہ قدرت کے کس نصب العین کی تکمیل ان کے وجود سے ہوتی ہے،

اس سلسلہ کی سب سے پہلی دلچسپ بات تو یہی ہے کہ کائنات کی ان طویل و عریض صفوں کے درمیان سے اگر بنی نوع انسانی کو باہر نکال لیا جائے یعنی بنی آدم کے سوا دنیا کے دوسرے ماوراء انسانی حقائق و موجودات کے متعلق کس لئے کے اسی سوال کو اٹھا کر اگر پوچھا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا جواب گویا ان میں سے ہر ایک کے منہ پر رکھا ہوا ہے۔

آدمی کے سوا آپ دنیا کی کسی چیز کو بھی اٹھا لیجئے، ہوا ہی کو لیجئے، پانی ہی سے پوچھئے آگ ہی سے دریافت کیجئے، آپ کے سامنے ان میں سے ہر ایک اپنے وجود کے منافع کی ایک طویل فہرست لے کر کھڑی ہو جائے گی، ان اشیاء کی افادیت کا پہلو اتنا واضح اتنا بیّن اور روشن ہے کہ اس پر بحث کرنے کی بھی ضرورت نہیں، کون نہیں سمجھتا کہ صرف ہوا ہی کا عنصر اگر فضائی احاطہ سے باہر نکال لیا جائے، یا پانی ہی کا ذخیرہ کرۂ زمین پر ختم ہو جائے، تو ساری جان رکھنے والی ہستیاں پھڑ پھڑا کر اسی وقت دم توڑ دیں گی عالم کا سارا نظام ہی درہم و برہم ہو کر رہ جائے گا۔ زندگی کی ان ناگزیر ضرورتوں کے سوا کائنات کے اسی دائرہ میں بڑا ذخیرہ ایسی چیزوں کا بھی ہے جن کے متعلق تجربہ مسلسل یہی ثابت کرتا چلا آ رہا ہے کہ کل تک جو قطعاً نکمی اور بے کار سمجھی جاتی تھیں پوچھنے والے ان ہی سے جب پوچھتے رہے کہ تو کس لئے ہے، تو دیکھا گیا کہ فوائد و مصالح کے سمندر ان ہی سے امنڈ پڑے، آخر شکم زمین کا یہی سڑا ہوا بدبو، متعفن، سیال مادہ جسے پیٹرول یا عوام مٹی کا تیل کہتے ہیں۔ کل اسی غریب کا کیا حال تھا، سر پیٹ لیتا ہوگا جس بدقسمت کے کنویں میں بجائے پانی کے یہی مٹی کا تیل اُبل پڑتا ہوگا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن زمین کے پیٹ کا یہی گندہ، غلیظ ذخیرہ کون نہیں جانتا کہ آج حکومتوں اور سلطنتوں کے بازوؤں کی سب سے بڑی قوت، اور طاقت بنا ہوا ہے، تعمیری کارروائیاں ہوں یا تخریبی، سب کی روحِ رواں آج یہی سڑا ہوا متعفن، بدبو پانی بنا ہوا ہے یا چند صدی پہلے ان کالے کلوٹے پتھر کے ڈھیلوں کی کیا قدر و قیمت تھی، جنہیں ہم پتھر کا کوئلہ کہتے ہیں مگر آج معدن زغال سے نکلنے والے بھی سیاہ پتھر اور ان کے ٹکڑے انسانی تمدن و عمران کے جوہری ستون بنے ہوئے ہیں، صنعتی سرگرمیاں، میکانیکی اولوالعزمیاں عموماً ان ہی کی رہینِ منت ہیں، ریلیں ان ہی کے بل بوتے پر دوڑائی جا رہی ہیں، فیکٹریوں کا سارا زور و شور ان ہی کے دم قدم سے قایم ہے، اور زندگی کے جن جن گوشوں میں ان سے کام لیا جا رہا ہے اس سے کون ناواقف ہے،

سچ تو یہ ہے کہ جنگل کی گری پڑی جڑی بوٹیاں آج ہی نہیں، تاریخ کے نامعلوم زمانے سے مسلسل یہی سبق پڑھاتی چلی جا رہی ہیں کہ

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

مشاہدہ بتا رہا ہے کہ کائنات کی حقیر سے حقیر شے، صرف اسی وقت تک بے کار رہتی ہے جب تک کہ کام لینے والوں نے اس سے کام نہیں لیا لیکن پوچھنے والوں نے جب کبھی ان کے سامنے کس لئے؟ کے اسی سوال کو پیش کیا دیکھا گیا کہ امرت کے دھارے اور آبِ حیات کے سرچشمے اسی سے پھوٹ پڑے کیمیاگر تو ان ہی کے منہ سے سونا اگلواتے ہیں، اطباء ان ہی کے اندر انسانی زندگی کی ضمانت سمجھتے ہیں کہ مستور ہے، طرفہ تماشا یہی ہے کہ کس لئے کا یہی سوال جس کے جواب سے ماورائے انسانی موجودات گویا لب ریز نظر آتے ہیں فقط چھیڑنے کی ضرورت ہے، کہ جواب کے لئے معلوم ہوتا ہے ان میں ہر ایک مضطرب اور بے چین تھا، نغموں سے جیسے ستار کے تار معمور ہوتے ہیں زخمہ کی چوٹ لگی نہیں کہ وہ گنگنا اٹھتے ہیں، کچھ بھی کیفیت اس سوال کے جواب میں ان کی نظر آتی ہے۔

لیکن جوں ہی کہ اسی کس لئے کے سوال کا رخ غیر انسانی حقایق اور ماوراء بشری موجودات سے پھیر کر بنی آدم کی طرف موڑ دیا جاتا ہے تو اب سے کیا کہئے کہ اچانک سکوت کا عالم طاری ہو جاتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سناٹا چھا جاتا ہے، اور ہم میں ہر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگتا ہے،

مطلب یہ ہے کہ اس خاکدانِ ارضی سے بنی آدم کے ایک ایک فرد کو چن چن کر اگر ختم کر دیا جائے، ان کے اونچوں کو بھی ختم کر دیا جائے اور نیچوں کو بھی صاف کر دیا جائے نہ وہی باقی رہیں جو ان میں بڑے سمجھے جاتے ہیں اور ان کا بھی نام ونشان مٹا دیا جائے جو سمجھے جاتے ہیں کہ چھوٹے ہیں، نہ کہتروں کو چھوڑا جائے اور نہ بہتروں کو، نہ عالموں کو نہ جاہلوں کو، الغرض بسیط زمین کو فرض کر لیا جائے کہ نسل انسانی سے قطعی طور پر خالی ہو چکی ہے تو اب خود سوچئے کہ یہ سب کچھ ہو جانے کے بعد بھی ہوائیں اپنی اٹکھیلیوں سے کیوں رک جائیں گی، پانی کا بہاؤ کیوں تھم جائے گا، یقیناً اس وقت بھی زمین کا یہی فرش اسی طرح بچھا رہے گا، جیسے اس وقت بچھا ہوا ہے، نیلگوں آسمانوں کا شامیانہ اسی طرح تنا رہے گا، جیسے اس وقت تنا ہوا ہے، آفتاب اسی طرح طلوع ہوتا رہے گا۔ جیسے اس وقت طلوع ہو رہا ہے، دریا اسی طرح فراٹے بھرتے رہیں گے جیسے آج بھر رہے ہیں، ندیاں اپنی وادیوں میں اسی طرح کھیلتی رہیں گی، درخت جھومتے رہیں گے، پھول کھلتے رہیں گے جیسے آج یہ سب کچھ ہو رہا ہے، خلاصہ یہی ہے کہ کائنات کا یہ سارا کارخانہ نسل انسانی کے بغیر بھی اسی طرح چلتا رہے گا جیسے اس وقت جاری ہے، قطعاً کسی چیز میں نہ کسی قسم کا خلل ہی پیدا ہو گا، نہ حرج ہی واقع ہو گا، ہر چیز اپنے حال پر رہے گی، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ہواؤں میں اڑنے والے تنکوں، اور گلی کوچوں میں بکھرے ہوئے سنگریزوں اور ٹھیکریوں کو بھی اس کی پروا نہ ہو گی، کہ آدم کی اولاد کہاں جا کر دفن ہو گئی۔

سامنے کا یہی وہ واقعہ ہے جسے سوچنے والے سوچتے ہیں اور مبہوت ہو کر رہ جاتے ہیں، حیرت ہوتی ہے، کہ وہی جو یہاں سب سے زیادہ مکرم ومحترم نظر آتا ہے کمالات کی ساری ارتقائی منزلیں جس پر پہنچ کر معلوم ہوتا ہے کہ ختم ہو جاتی ہیں، وہی جو اپنی بے پناہ تسخیری قوتوں سے ہر ایک کو یہاں اپنے نیچے دبائے ہوئے ہے، پہاڑوں کو توڑ رہا ہے، دریاؤں کے رخوں کو موڑ رہا ہے تناور درختوں کو ڈھا رہا ہے جس پر جی چاہتا ہے چھا رہا ہے، چھاتا چلا جا رہا ہے۔ شیر بھی اپنے کچھاروں میں اس سے کانپتے ہیں، ہاتھی بھی جنگلوں میں اس سے پناہ مانگتے ہیں، سمندر کی مچھلیوں میں بھی تلاطم برپا ہے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پرندوں میں بھی کھلبلی مچی ہوئی ہے، چرندے بھی جس سے سراسیمہ اور پریشان ہیں، یہ اور اسی قسم کی ساری بڑائیوں کا یہی قدرتی حقدار انسان جب کس لئے کے اسی سوال کے سامنے لاکر کھڑا کیا جاتا ہے تو اچانک معلوم ہوتا ہے، کہ جو سب کچھ تھا وہ کچھ بھی باقی نہ رہا، ہوائیں بھی اسے ٹھکرا رہی ہیں، پانی بھی اسے دردرا رہا ہے، زمین بھی اسے اگل رہی ہے، آسمان بھی اسے واپس کر رہا ہے، گویا ساری خلقت ہی کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ آدم کی اولاد کے ساتھ کسی کی کوئی ضرورت وابستہ نہیں ہے۔

اللہ اللہ سب بول رہے ہیں کس لئے کے ہی سوال کے جواب میں سب کی زبانیں کھلی ہوئی ہیں، گھاس اور بھوسے، بلکہ بول و براز جیسی عفونتوں اور غلاظتوں تک جیسی چیزیں بھی اپنی اپنی بساط کے مطابق اپنے خدمات کے ساتھ حاضر ہو جاتی ہیں، کس لئے کے سوال کا جواب کسی نہ کسی رنگ میں ہر ایک کی طرف سے مسلسل پیش ہوتا رہا اور ہوتا رہتا ہے، کھاد ہی بن کر سہی، یا اُپلوں ہی کا قالب اختیار کرکے۔ لیکن آپ دیکھ رہے ہیں، کہ ناکارگی اور نکماپن کے الزام کو ان میں کوئی بھی بخوشی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے، ان میں بھی ہر ایک اسی کی شہادت ادا کر رہا ہے کہ پیدا کرنے والے نے ان کو بھی بے کار بنا کر پیدا نہیں کیا ہے، جتنا ڈھونڈھا جائے پتہ یہی چلتا ہے کہ افادیت، اور نفع بخشی کے نت نئے پہلوؤں کی ضمانت ان کے وجود میں بھی پوشیدہ ہے، لیکن یہ کیسی عجیب بات ہے کہ وہی جو ذرہ ذرہ، تنکے تنکے سے کس لئے کے اسی سوال کا جواب حاصل کر رہا ہے، آہ کہ اسی انسان آدم کی اولاد سے جب پوچھا جاتا ہے کہ

آخر تیرے وجود سے بھی قدرت کے کسی نصب العین کی تکمیل ہوتی ہے، ؟

تو سب سے جواب لینے والا یہی انسان اسی کس لئے کے جواب میں ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ گویا گونگا، بہرا بن گیا، دریافت کیا جاتا ہے کہ پیدا کرنے والے نے آخر تجھے کس لئے پیدا کیا ہے؟ تیرے وجود کی غرض و غایت کیا ہے؟ تو اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ اپنے آپ کو کس کے لئے بتائے، نیچے سے اوپر تک ساری خلقت اور اس کے مختلف طبقات کی ایک ایک چیز کا جائزہ لیتا ہے ہر ایک پر اپنے آپ کو پیش کر کرکے دیکھتا ہے اور سر جھکا لیتا ہے کہ ساری کائنات میں اس کا اور اس کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خدمات کا کوئی خریدار نہیں، اس کا گاہک کوئی نہیں، کسی کی کوئی ضرورت، کسی حیثیت سے آدمی اور آدمی کے وجود کے ساتھ اٹکی ہوئی نہیں ہے۔

اس موقعہ پر بعض لوگ کچھ مغالطوں سے کام لینا چاہتے ہیں، ایک سادہ اور سلجھی ہوئی بات کو الجھا دینا چاہتے ہیں، یعنی بجائے غیروں کے ایک آدمی کی ضرورت دوسرے آدمی سے جو پوری ہوتی ہے یا ہو سکتی ہے اسی کو انسانی وجود کی کافی قیمت ٹھہرا کر چاہتے ہیں کہ خود بھی مطمئن ہو جائیں اور دوسروں کو بھی مطمئن کر دیں۔ بجائے خود یہ ایک مستقل اور جداگانہ مسئلہ ہے تفصیلی بحث تو اس کی آئندہ آ رہی ہے لیکن سردست ایک مثال کو تو گوش زد کر ہی دینا چاہیے، کہنا یہ چاہتا ہوں کہ بیچنے والا آپ کے سامنے بیچنے کے لئے کسی ایسے پودے کو پیش کرتا ہے جسے آپ نے نہ کبھی خود دیکھا تھا، اس کے صفات و خصوصیات کا ذکر کسی سے سنا تھا نہ کسی کتاب میں پڑھا تھا الغرض آپ کے لئے وہ قطعاً مجہول الذات والصفات پودا ہو، اسی وجہ سے آپ بیچنے والے سے پوچھتے ہیں کہ یہ کس لئے ہے اس کے پھلوں سے کیا کام لیا جاتا ہے یا لیا جا سکتا ہے جواب میں پودے کا بیچنے والا اگر یہ کہے کہ جناب والا اس پودے کی جڑ تو اس کے تنے کے لئے ہے، اور تنے شاخوں کے لئے۔ شاخیں پتوں کے لئے اور یہ سب مل ملا کر بالآخر اس کے ان پھلوں کے لئے ہیں جن میں تخم اور بیج پیدا ہوتے ہیں آئندہ اسی شکل و صورت کے پیدا ہونے والے پودوں کی پیدائش میں وہ کام آتے ہیں پھر یہ پیدا ہونے والے پودوں کی جڑیں تنوں کے لئے تنے شاخوں کے لئے، شاخیں برگ و بار پھولوں اور پھلوں کے کے لئے اور پھلوں کے تخم آئندہ پیدا ہونے والے پودوں کے لئے یوں ہی ایک دوسرے کے لئے بنتے چلے جاتے ہیں یہ اس ہذیانی مضحکہ خیز تقریر کو پودے کا بیچنے والا اگر آپ کے اس سوال کا یعنی یہ پودا کس لئے ہے اور اس کے پھلوں سے کیا کام لیا جاتا ہے اسی کا جواب قرار دے تو سوچیے کہ آپ کا غصہ کیا تھم سکتا ہے کیا اپنی عقلی تضحیک کے سوا اس کی یہ عجیب و غریب تقریر آپ کو کچھ اور بھی محسوس ہو سکتی ہے؟ اور ایک پودا ہی کیا کسی جانور کا فروخت کرنے والا جو خود نہ جانتا ہو کہ جس جانور کو بیچنے کے لئے وہ نکلا ہے اس کا کیا فائدہ یا اس سے کیا کام لیا جا سکتا ہے باوجود اس کے لوگوں کے سامنے کہتا پھرے کہ گو میں خود یہ نہیں جانتا کہ قدرت نے اس جانور کو کس کام کے لئے پیدا کیا ہے اور اس سے کیا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے لیکن چونکہ اس کا معدہ اس کے خون کے لئے ہے، جو اس کے جگر میں پیدا ہوتا ہے، اور خون

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے گوشت پوست چربی اور ہڈیوں اور اس تولیدی مادّہ کے لئے ہے جس سے پھر اسی قسم کا جانور پیدا ہو جاتا ہے یہی اس جانور کی کافی قدر و قیمت ہے اگر ہذیان اور جنون کے سوا اس کی یہ بکواس اور کچھ نہیں ہے تو بنی نوع انسانی کے افراد کے متعلق اس سوال کے جواب میں یعنی یہی کہ وہ کس لئے ہیں؟ یہ کہنا کہ باہم ایک دوسرے کے وہ کام آتے ہیں اور اگلی نسلیں پچھلی نسلوں کی پیدائش کا ذریعہ بن کر ہر اگلی نسل پچھلی نسل کے لئے بنتی چلی جاتی ہے اور اسی فقرہ پر انسانی وجود کی قدر و قیمت کو ختم کرنے کی جرأت خود سوچئے کہ ابلہ فریبی کے سوا اور بھی کچھ ہے ہے؟

مان بھی لیا جائے اور ایسا ہو بھی جائے کہ ہم میں ہر فرد اپنے خاندان کے لئے خاندان قوم کے لئے قوم سارے انسانوں کے لئے اور انسانوں کی ہر اگلی نسل پچھلی نسل کے لئے کام کرتی چلی بھی جائے، تو زیادہ سے زیادہ مطلب ان سارے طول، طویل قصوں کا وہی تو ہوا کہ پودے کی جڑ تنے کے لئے، تنہ شاخوں کے لئے، شاخیں پتوں کے لئے، پھولوں اور پھلوں کے لئے، پھل تخم کے لئے، تخم آئندہ ان ہی جیسے ان جانے مجہول الخواص والصفات پودوں کی پیدائش کے لئے، اور نئے پودے پھر ان ہی منزلوں سے گذرتے ہوئے دوسرے نئے پودوں کے لئے، "مسلم جزاً" جیسے اس گھن چکر میں گردش دینے کے بعد بھی، یہ سوال کہ پودا کس لئے ہے؟ صرف سوال ہی بنا رہتا ہے اسی طرح آپ خود سوچئے کہ باہم انسانی افراد کے تعلقات کا یہ تسلسل اس سوال کا یعنی پیدا کرنے والے نے انسان کو کس لئے پیدا کیا ہے؟ اس سوال کا مغالطہ آمیز اور مضحکہ خیز نہیں بلکہ واقعی صحیح منطقی جواب کیسے بن سکتا ہے میں پوچھتا ہوں کہ زید نے عمر کے منہ میں لقمہ ڈالا، اور عمر نے زید کو کپڑے پہنائے، اس میں شک نہیں کہ ایک دوسرے کے کام ضرور آئے لیکن دونوں مل کر پھر کیا کریں، سوال تو انسانیت کے متعلق ہے کہ مصائبِ ہستی میں اس کے وجود سے قدرت کے کس نصب العین کی تکمیل ہوتی ہے کرۂ زمین پر انسانی وجود کا جو ظہور ہوا، اس کا مقصد اور اس کی غرض و غایت کیا ہے فرد پر بھی یہ سوال عائد ہوتا ہے اور بنی آدم کی ساری اگلی پچھلی نسلوں کا مجموعہ اس سوال کے جواب میں ایک دوسرے کے کام آنے کے بعد بھی اسی مقام پر ہے جہاں پہلے تھا یقیناً سرمو، بال برابر بھی یہ سوال اپنی جگہ سے نہ ہلا ہے اور نہ ہل سکتا ہے۔

اسی لئے تو میں کہتا ہوں، اور یہی کہتا رہوں گا جس کے کہنے سے مجھے کوئی روک نہیں سکتا کہ یہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیٹو، نکھٹو آدمی نہیں جس کی جوانی ساری کدو کاوش کا آخری محور صرف اپنی ذاتی شکم پروری کو بتاتے ہوئے ہے اکبر مرحوم نے جسے سامنے رکھ کر کہا تھا کہ

جو پوچھا دل سے اس جینے کا کچھ حاصل بھی آخر ہے
شکم بولا کہ اس کی فکر کیا بندہ تو حاضر ہے

ان کی اس ظرافت کو پیٹوؤں کے اسی طبقہ تک محدود نہ سمجھا جائے بلکہ اپنے ساتھ اپنے بال بچوں اقربا و اعزہ کو بھی اپنی کمائیوں میں جو شریک سمجھتے ہیں، یا ان سے اونچے ہو کر کسی قوم و ملت کی خدمات کو اپنی کوششوں کا جو نصب العین بنائے ہوئے ہیں اور ان سے بھی آگے بڑھ کر ساری انسانیت ہی کے فلاح و بہبود کو جنہوں نے اپنے سامنے رکھ لیا ہے یا یہ جو سمجھایا جاتا ہے کہ ہر پچھلی نسل کے لئے دنیا کے ماحول کو ممکنہ حد تک خوش گوار اور مسرت بخش بناتے چلے جانے کی غیر منقطع دوامی کوشش" یہی انسانیت کا آخری بلند ترین نصب العین ہے ان سارے قصوں اور قضیوں کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ خود انسانیت بھی بجائے خود کچھ قدر و قیمت رکھتی ہے بلا شبہ ایسی صورت میں ہر وہ قدم جو انسانیت کے ابھارنے اور سنوارنے کی راہوں میں اٹھایا جائے گا وہ قابل قدر مستحق تحسین و ستائش ہوگا۔ پھر افادیت میں جد و جہد سعی و کوشش کا دائرہ جتنا زیادہ وسیع ہوگا، اسی حد تک اس کی قیمت بھی بڑھتی چلی جائے گی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ذاتی شکم پروری والوں کی کوششیں اپنی شخصی ذات ہی کی حد تک کیوں محدود نہ ہوں لیکن انسانیت ہی کے ایک حصہ کو "یعنی خود پیٹو آدمی کو" چونکہ اس سے فائدہ پہونچتا ہے اس لئے اس کی اہمیت بھی چاہئے تو یہی کہ نظر انداز کرنے کی مستحق نہ ہو، کچھ نہ سہی، لیکن بہر حال ایک آدمی ہی کی تو بے چارا پیٹو پرورش کرتا ہے لیکن سرے سے انسانیت ہی اگر نظام عالم کا ایک لایعنی، لاحاصل، عبث، غیر مفید عنصر ہے، تو انفرادی شکل میں ہو یا اجتماعی قالب میں، زمین کی پشت کے ایک ناکارہ بوجھ کے سوا وہ کچھ اور بھی باقی رہتی ہے۔ عربی کی مثل مشہور ہے ثبت الجدار ثم النقش (یعنی پہلے دیوار تو بنالو اس کے نقش و نگار آرائش و زیبائش کا مسئلہ تو اس کے بعد پیدا ہوگا) بقول شخصے "تار باقی نہیں کرتا ہے تو دامن پیدا" آخر بتایا جائے کہ فرد خاندان کیلئے، خاندان قوم کے لئے، قوم ساری انسانیت کے لئے، اور انسانوں کی ہر اگلی نسل، پچھلی نسلوں کے لئے ہے، ان نصب العینوں کو مان لینے کے بعد جیسا کہ بار بار کہتا چلا آرہا ہوں، وہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سوال کہ آخر یہ سب کس کے لئے پیدا ہوتے ہیں اور کس لئے پیدا ہوتے چلے جا رہے ہیں، ہم آپ کو کھلائے جائیں، آپ ہمیں پلاتے جائیں، آپ کی مدد ہم کریں، ہماری مدد آپ کریں، یوں ہی ایک دوسرے کے ساتھ لپٹے ہوئے قبروں میں گرتے چلے جائیں، دھنستے چلے جائیں سڑتے چلے جائیں اور کچھ نہ سوچیں کہ دنیا کی حقیر سے حقیر شئے کا حال جب یہ ہے کہ آج ہمارے سامنے سے اگر وہ ہٹائی جائے، تو ساری انسانیت تلملا اٹھتی ہے، لیکن ایک ہم ہیں کہ نہ زمین ہی کے کام کے ہیں، نہ آسمانوں کے، نہ ہوا ہی کی کوئی ضرورت ہم سے پوری ہوتی ہے اور نہ پانی کی، کسی حقیر ذرہ کے کان پر جوں کبھی نہیں رینگتی اگر ساری نسل انسانی زمین کے اس کرے سے پونچھ لی جائے، آخر یہ کیا ہے کہ دنیا کی چیزیں تو بالواسطہ یا بلا واسطہ انسانی ضرورتوں میں کام آ آکر اپنے وجود کے مفاد، اور اس کی قدر و قیمت کو مسلسل پوری قوت کے ساتھ ثابت کرتی چلی جاتی ہیں لیکن ساری خلقت میں ایسا کوئی نہیں جس کے لئے انسانی وجود بھی کوئی قدر و قیمت رکھتا ہو،

غور و فکر کی یہی نازک ترین منزل ہے، جہاں پہونچنے والے جب پہنچتے ہیں اور سنتے ہیں کہ قرآن پکار رہا ہے ان ہی کو خطاب کر کے پکار رہا ہے۔

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا — کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو نکما بنا کر پیدا کیا ہے؟

تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ان کے اندرونی احساسات میں تہلکہ مچ جاتا ہے، لرزہ براندام ہو جاتے ہیں جب یہی قرآن پوچھتا ہے کہ

أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى — کیا آدمی یہ سوچتا ہے کہ وہ نکما بنا کر چھوڑ دیا جائے گا

بلکہ یہ دیکھ کر کہ دنیا کی چیزیں تو انسانی ضرورتوں میں کام آکر اپنی قیمت حاصل کر رہی ہیں، خدا نخواستہ اگر یہ مان لیا جائے کہ خود انسان اور انسانی وجود کی کوئی قیمت نہیں ہے تو مآلاً اس کا حاصل یہی تو ہوا کہ ہر وہ چیز جس کی قدر و قیمت انسانی وجود کے ساتھ وابستہ تھی، وہ بھی بے قیمت بن کر رہ گئی آخر جس کے لئے سب کچھ ہے جب وہی کچھ نہ رہا، تو یقیناً سب کچھ بے کار، لاحاصل، عبث و باطل ہو کر رہ گیا جس باغ کے درخت ہی بے ثمر بن کر رہ گئے ہوں، یقیناً وہ باغ بھی بے کار ہوا، اور جو کچھ باغ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی شادابی و سیرابی کے لئے کیا گیا تھا سارا ساز و سامان سب ملیا میٹ ہو کر رہ گیا، انسان اور انسانی وجود کو بے مقصد ٹھہرانے کا یہی ناگزیر منطقی نتیجہ ہے قرآن میں

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا بَاطِلًا ہم نے زمین اور آسمان کو بے کار پیدا نہیں کیا

اور اسی قسم کی بے شمار آیتوں سے آدمی کے دماغ پر جس کی ٹھوکریں لگائی گئی ہیں اپنی نکماپن، اپنے وجود کی لاحاصلی سے جن میں چونک پیدا نہیں ہوتی شاید نظم عالم کے بطلان اور بے حاصلی ان کو فکر معقول کی طرف متوجہ کرے اسی مسئلہ کے سمجھانے کی یہ دوسری قرآنی تعبیر ہے

اف کائنات کا یہ حیرت انگیز نظام جس کی رگ رگ، ریشہ ریشہ میں حکمت و دانش کا خون دوڑ رہا ہے مصالح اور دانائیوں کی نازک ترین رعایتیں جس کے ذرہ ذرہ سے اُبل رہی ہیں کیسا عجیب تماشا ہے کہ سبک مغزوں کی ہلکی سی فکری لغزش نے کائنات کے اسی محکم و مرتب، مہذب و مدبر نظام کو لاحاصل مہملات کا ایک ڈھیر اور دفتر بے معنی بنا کر چھوڑ دیا، یہ سچ ہے کہ دنیا تو دنیا اسی دنیا کی معمولی انفرادی شخصیت، بازار کا بد ترین بے فکرا شہدا اچکا بھی، ناکارہ اور نکمے ہونے کے اس دشنام کو برداشت نہیں کر سکتا، واقعہ خواہ کچھ ہی ہو لیکن انسانی جبلت اس الزام کو ہضم نہیں کر سکتی، شوق ہو تو تجربہ ہی کر کے دیکھ لیجئے اس الزام کا ردعمل گالیوں اور طمانچوں ہی کی حد تک محدود ہو کر رہ جائے لاٹھیوں اور جوتیوں سے جواب نہ دیا جائے تو سمجھنا چاہئے کہ جان بچی لاکھوں پائے۔

بہر حال فطرت و جبلت کا اقتضا خواہ کچھ ہی ہو، لیکن غریب عقل کیا کرے؟ دنیا میں جب ایسی کوئی چیز ہے ہی نہیں، جسے انسان اور انسانی وجود کی ضرورت محسوس کرا کے، دنیا میں آدمی کیوں ہے؟ اس سوال کا جواب حاصل کیا جائے آخر کس کی پیٹھ پر لادے اس بوجھ کو جسے لادنے کے لئے یہاں کوئی تیار نہیں اور کس کے سر کا درد بنائے اس نکمی ہستی کو جس سے بات پوچھنے پر کوئی آمادہ نہیں بلکہ حق تو یہ ہے کہ خلقت ہی کے ہجوم میں جب تک انسانیت بھٹکتی رہے گی پکارنے والے اسی ہجوم میں آدمی کو کھڑا کر کے جب تک پکارتے اور چلاتے رہیں گے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کوئی آدم کے ان بچوں کا خریدار؟

تو صرف یہی نہیں کہ زمین کے اس کرہ پر آدمی کے قیام و بقاء کے جواز کی سند اور کسی منطقی بنیاد کی فراہمی ہی میں عقل اپنے آپ کو ششدر و حیران پاتی رہے گی، بلکہ جن زندگی اور زندگی کے احساسات رکھنے والی ہستیوں کا وہ طبقہ جن کے گوشت سے اپنے گوشت میں اور چربی سے اپنی چربی میں آدم کی اولاد اضافے کا کام لیتی ہے اور کام لینے کی عادی ہے، اپنے منہ کو جن جانداروں کا مذبح اور پیٹ کو جن زندہ ہستیوں کا مدفن بنائے ہوئے ہے اور وہی کیا زراعت کو سیراب کرنے کے لئے آب گیروں کے آبی ذخیروں کو اپنے کھیتوں میں جو منتقل کرتے ہیں جن کے صرف اسی ایک فعل سے خدا ہی جانتا ہے کہ خشکی اور تری کی کتنی زندگیاں موت بنتی چلی جاتی ہیں اور جیسا کہ کہنے والے کہتے ہیں کہ شاید ہی کوئی قدم آدمی کا ایسا اٹھتا ہو جس کے نیچے ہزار جانیں نہ مسلی جاتی ہوں، ایک ایک گھونٹ میں لاکھوں زندوں کو جو گھونٹ جاتا ہو اور اپنی ہر سانس میں انھیں شریک رہا ہو، الغرض دوسروں کی موت سے جو اپنی زندگی پیدا کرتا ہو، دوسروں کو اجاڑ کر اپنے گھر آباد کرتا ہو، تعمیری ضرورتوں کے لئے ایک درخت ہی جب کاٹا جاتا ہے تو کون بتا سکتا ہے کہ اس درخت پر بسیرا لینے والے پرندوں کے کتنے گھونسلے تباہ ہوتے ہیں، ان چیونٹیوں، مکڑیوں اور بھانت بھانت کے جانداروں پر کیا گذرتی ہے، جن کی واحد پناہ گاہ وہی درخت اس کے مختلف گوشے اور حصے تھے جرم کے اس فرد کو جیسا کہ ہم میں ہر ایک جانتا ہے، جتنا چاہے دراز کیا جا سکتا ہے، ایسی صورت میں آپ ہی بتایئے کہ انسان کا ناکارہ وجود اس کی بے معنی لاحاصل ہستی کے جواز کی سند بھی غریب عقل کے پاس کیا باقی رہتی ہے، آدمی کی عقل چونکہ بہرحال آدمی ہی کی عقل ہے، اس لئے بے جا طرفداری یا خواہ مخواہ کی رو رعایت، چشم پوشی اور مروت سے اگر کام نہ لے تو انسانیت کی یہ ساری تسخیری اور اولوالعزمیاں اقتداری سربلندیاں، عقل کی آزاد تنقید کے معیار پر پہنچ کر اگر زور اور زبردستی کے ظالمانہ مظاہرے کا قالب اختیار کر لیں، تو اس عقلی فیصلہ کو مشکل ہی سے غیر منصفانہ فیصلہ قرار دیا جا سکتا ہے انسانی وجود کا کوئی ایسا ہی نصب العین جب تک سامنے نہ لایا جائے، جس پر سب کچھ قربان کیا جا سکتا ہے، اس وقت تک یقین مانئے کہ آدمی کے سارے تسخیری کرامات اور اس کے سارے اقتداری تصرفات جنھیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ اپنا پیدائشی حق قرار دے رہا ہے، یہ سارا قصہ صرف بھینس اور لاٹھی کا قصہ بن کر رہ جاتا ہے، جس کی بنیاد بجائے عقل و انصاف کے ماننا پڑے گا کہ صرف بربریت و دحشت، جہالت اور سفاہت، ضد اور ہٹ پر قائم ہے،

اور یہی ایا، احترامی حقوق، اور کریمی واجبات کے وہ سارے شریفانہ آداب و ضوابط، حکیمانہ نظریے اور قوانین، جو باہم انسانوں میں ایک دوسرے پر عاید کردئے گئے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں جو کچھ بھی کیا جارہا ہے، عقل و خرد کی پشت پناہیوں میں کیا جارہا ہے، میں پوچھتا ہوں کہ نیکیوں کے سارے ابواب غم خواروں کی غم گساری، دل انگاروں کی دل داری بے یاروں کی یاری، بیماروں کی تیمارداری یا اسی قسم کے مشورے جنہیں سمجھا جاتا ہے کہ انسانیت و شرافت کے غیر مسئول تقاضے ہیں جن کے خلاف لب ہلانے کی بھی کوئی جرأت نہیں کرسکتا لیکن ان نیک و معصوم مشوروں کی بنیاد کیا ہے؟ لاحاصل ہے تو ان ہی انسانوں میں جو معذور اور اپاہج ہو چکے ہیں، کیوں ان پر توانا اور تندرست آدمیوں کی کمائی ہوئی آمدنیاں برباد کی جائیں؟ امراض کے مقابلہ میں جو اپنی سپر ڈال چکے ہیں، ان کی بیماری ہی بتا رہی ہے کہ مرض کی مدافعت کی قوت سے وہ محروم تھے، پھر ان ہی پر اس سرمایہ کو کیوں ضائع کیا جائے، جن سے مدافعت کے اسی میدان میں جیتنے والے صحت مندوں کی صحت و قوت میں اضافہ ہو سکتا ہے، شبابی توانائیوں کو بجائے بڑھنے اور ترقی کرنے کے اس لئے کیوں پژمردہ اور افسردہ ہونے کا موقعہ دیا جائے کہ قبروں کے جھانکنے والے فرتوت از کار رفتہ بڈھے باپوں کی خبر گیری، جوان بیٹیوں کا انسانی فرض ہے، پودوں کی جڑیں تنوں کے لئے، تنے شاخوں کے لئے، شاخیں برگ و بار کے لئے، پھولوں اور پھلوں کے لئے، پھلوں کا وجود آئندہ پیدا ہونے والے پودوں کے تخم اور بیج کے لئے یہ عمل تو خیر اس لئے جاری ہے اور اسے رد کا بھی نہیں جاسکتا کہ اختیار و انتخاب کی قوت سے پودوں کا نباتی وجود محروم ہے لیکن آدمی کا اختیاری وجود خواہ مخواہ کے ان کٹھن جکڑوں میں کیوں پڑے، بنایا جاتے کہ افراد خاندانوں کے لئے، خاندان قوم کے لئے قوم سارے انسانوں کے لئے، انسانوں کی ہر اگلی نسل پچھلی نسل کے لئے، قربانیوں سے آخر کیوں کام لے؟ راحت و آرام اور لذائذ حیات کے جس ذخیرے اور سرمایہ سے جو بھی جس حد تک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مستفید ہوسکتا ہے، ان سے بجائے خویش کے درویش کو فائدہ اٹھانے کا موقعہ آخر کیوں دیا جائے آخر ان مسلمات معروفہ کی صحیح منطقی بنیاد بھی تو ہو۔

اگرچہ اسی کے ساتھ اس کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اقتداری تصرفات جن سے آدمی یہاں کام لے رہا ہے اور احترامی حقوق و واجبات کا وہ سلسلہ جن کی پابندی کا مطالبہ باہم بنی نوع انسانی کے درمیان کیا جاتا ہے ان دونوں راہوں میں عقل کا حال جو بھی ہو، لیکن جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کرچکا ہوں کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری جبلت اور فطرت دونوں سلسلوں کی عام کارروائیوں سے اصولاً[1] مطمئن نظر آتی ہے انسانی وجدان کا فیصلہ یہی ہے، کہ جو کچھ ہو رہا ہے ٹھیک ہو رہا ہے درست ہو رہا ہے نہ کسی قسم کا

---

[1] اصولاً سے میری غرض یہ ہے کہ دوسروں کی موت سے اپنی زندگی، اور ذرائع زندگی کی فراہمی ہی کے مسئلہ کو مثلاً لیجئے۔ بنی آدم میں ایسا کون ہے کہ جو اس سے بچ کر زمین کے اس کرے پر جی سکتا ہے، یا جینے کا تصور کرسکتا ہے، خشکی اور تری کے جانداروں کو زندگی سے محروم کئے بغیر جب آدمی اپنے پیٹ میں ایک دانہ اور پانی کے ایک گھونٹ کو بھی پہنچا نہیں سکتا تو زندگی سے محرومی کی بعض خاص شکلوں مثلاً ذبح وغیرہ کے طریقوں کو دیکھ کر کسی خاص طبقہ ہی پر یہ الزام لگانا کہ دوسروں کی موت سے وہ اپنی زندگی پیدا کرتے ہیں، بجز ایک بے بنیاد الزام کے اور بھی کچھ ہے؟ خون سے جن کے دامن تر ہیں وہ دوسروں کی آستین کے خونی چھینٹوں پر کیوں معترض ہیں، کسان تالابوں سے اپنے کھیتوں میں جب پانی دیتا ہے تو کہہ چکا ہوں کہ وہ یہ سب جان بوجھ کر کرتا ہے کہ پانی میں زندگی گذارنے والوں کی بھی بڑی تعداد میرے اس فعل سے اپنی زندگی سے محروم ہو رہی ہے اور خشکی میں رہنے والے جانوروں، کیڑوں، مکوڑوں پر بھی زیست کی راہیں بند ہوتی چلی جارہی ہیں ایسی صورت میں ذبیحہ وغیرہ مسئلہ کے اختلافات کو اصولی اختلاف قرار دینے کی آپ خود سوچئے کیا وجہ ہوسکتی ہے بلکہ میں تو حیران ہو جاتا ہوں جب بجائے اپنے ذاتی رجحانات کے اس قسم کے اختلافات کو لوگ مذہب کی طرف منسوب کرنے کی جرأت کر گذرتے ہیں گویا وہ یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ زندگی سے محروم کرنے کی یہ خاص شکل مثلاً ذبح کرنے کا طریقہ اس کو خدا ہی نے ناجائز قرار دیا ہے حالانکہ ساری چھپی ڈھکی باتوں کا خدا جب عالم ہے تو وہ ایسا حکم کیسے دے سکتا ہے جس سے بچ نکلنے کی کوئی ممکن صورت ہی نہیں ہے اس نے اس عالم کے نظام کو بنایا ہی اس طریقہ سے ہے کہ ایک کی زندگی دوسروں کی موت ہی سے پیدا ہوتی ہے ۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوئی دغدغہ ہی ہم اس فیصلہ کے متعلق اپنے اندر پاتے ہیں، اور نہ کوئی مخمصہ یا خرخشہ سچ پوچھئے، تو جبلت کا یہ سکون، فطرت کی یہ خنکی، اشارہ کر رہی ہے کہ عقل کے سامنے سے اس راہ میں کوئی اہم مقدمہ اوجھل ہوگیا ہے، یا ڈالنے والوں نے قصداً اسے اوٹ میں ڈال دیا ہے؟ اور یہ ساری کش مکش جو اپنی عقل اور فطرت و جبلت کے اقتضاؤں میں ہم پاتے ہیں، اسی مقدمہ سے ذھول کا نتیجہ ہے

آئیے اور پڑھئے آسمانی کتابوں کے آخری قالب القرآن الحکیم میں نبوات و رسالات کی جو طویل تاریخ کے ناصیہ کا سب سے زیادہ نمایاں سب سے زیادہ درخشاں "نوشتہ"

يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ — لوگو! پوجے جاؤ، اللہ کو، تمہارا کوئی الہ (معبود) اس کے سوا نہیں ہے،

از آدم تا خاتم (صلی اللہ علیہ وسلم) پیغمبروں کے پیش کئے ہوئے لاہوتی فرامین، کی پیشانیوں کا یہی اختصاصی طغراء اور دوامی لازمی چھاپ ہے جس میں انسان کس لئے ہے؟ اسی سوال کے جواب میں جو واقعہ تھا اس سے پردہ ہٹا دیا گیا ہے حاصل جس کا یہی ہے کہ خالق کائنات نے انسان کو صرف اپنے لئے پیدا کیا ہے کھول دیا گیا ہے کہ یہی حقیقت ہے آفرینش کائنات کے سلسلے میں انسانیت کا یہی تخلیقی موقف اور قدرتی مقام ہے، اور یہی وہ فراموش شدہ مقدمہ، یا گم گشتہ کڑی ہے جس سے ہٹ کر بے چاری عقل حیرانی اور سراسیمگی کی وادیوں میں بھٹک رہی تھی آدمی کے وجدانی و جبلی رجحانوں اور اس کے عقلی اقتضاؤں میں کش مکش برپا تھی، اس درمیانی کڑی سے جوڑ دینے کے بعد تزاحم و تخالف کے یہ سارے قصے اچانک ختم ہو جاتے ہیں اب عقل بھی وہی سوچتی ہے، اور اس کے سوا سوچ ہی کیا سکتی ہے، جس کے ساتھ ہمارا وجدان اور ہماری جبلت راضی و مطمئن ہے اصولی غلطی یہی تھی کہ پیدا کرنے والے نے جسے مخلوقات کے لئے پیدا ہی نہیں کیا ہے اسی انسانیت کو بغل میں دبائے مخلوقات ہی کے دروازوں پر پکارنے والے ... پکار رہے تھے کہ ہے کوئی اس غریب آدمی کا بھی خریدار؟ ظاہر ہے کہ قیود استقراء کی یہ قطعاً غیر منطقی کوشش تھی، آنکھیں جو دیکھنے کے لئے بنائی گئی ہیں ان سے سننے کا کام کیسے لیا جا سکتا ہے کانوں پر رکھ کر گلاب کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھول کو کوئی لاکھ سونگھنے کی کوشش کرے؟ لیکن اس میں کیا کامیاب ہو سکتا ہے، پیدا کرنے والے اور بنانے والے نے سونگھنے کے لئے جب ناک ہی کو بنایا ہے، تو قدرت کے اس قانون سے جنگ کرکے کان کو سونگھنے کے کام کا کون بنا سکتا ہے۔

بہرحال انسان خدا کے لئے ہے؟ اور خالق کائنات نے خود اپنے لئے اس کو پیدا کیا ہے اس کا مطالب کیا ہے، اور اس کی تشریح میں جن بوالعجبیوں کا انسانی ذہن شکار ہوا، تعبیروں کی کثرت نے جن پریشاں خوابوں کا طلسم اس سیدھی سادی حقیقت کو بنا دیا اس پر تو کافی بسط و تفصیل کے ساتھ انشاء اللہ آئندہ بحث کی جائے گی۔

سردست میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اپنے اس تخلیقی موقف اور طبعی مقام پر پہنچ جانے کے بعد آپ دیکھ رہے ہیں، کہ وہی انسانیت جو ساری خلقت، حتی کہ بول و براز جیسی عفونتوں و غلاظتوں تک کے مقابلہ میں بھی بے قیمت ٹھہری چلی جاتی تھی، کم از کم ان گندگیوں سے بھی کھاد کا کام لیا جاتا ہے زرعی پیداواروں کی نشو و نما میں ان سے کافی مدد ملتی ہے لیکن آدمی تو اس کام کا بھی نظر نہیں آتا تھا مگر آپ دیکھ رہے ہیں جس کا سب کچھ ہے کائنات کے اسی خالق کے لئے ہو جانے کے بعد وہ سب کچھ جو آدمی کے تسخیری اقتدارات کے نیچے دبے ہوئے ہیں اور جن سے وہ کام لے رہا ہے، قرآن میں جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے،

ھُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَکُمْ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَمِیْعًا	اللہ ہی نے تمہارے لئے آسمان اور زمین کی تمام چیزوں کو مسخر کیا ہے۔

گویا نسل انسانی کو خطاب کرکے فرمایا جا رہا ہے جب تم میرے لئے ہو، تو وہ سب کچھ جو میرا ہے وہ تمہارے لئے ہے، وقفہ وقفہ سے اسی واقعہ کو اول سے آخر تک قرآن دہراتا چلا گیا ہے، کائنات کی شاید ہی کوئی ایسا اساسی وجود یا جوہری حقیقت رہ گئی ہو جس سے استفادہ کا حق بنی آدم کو اس کتاب میں نہیں دیا گیا ہے اسی کے مطابق بے محابا، بے دھڑک لوگ اپنے اس حق کو استعمال کر رہے ہیں اور اپنے اس فطرتی حق سے مستفید ہو رہے ہیں، الغرض یہ سارے تسخیری مظاہرے اور بنی آدم کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقتداری تصرفات کے تماشے جو ہمارے سامنے ہیں، بتائیے کہ اس کے سوا آخر ہوتا کیا ہے؟

جو سب کا خالق، سب کا مالک سب کا رازق، سب سے بڑا ہے انسان جب اسی سب سے بڑے کے لئے ہے تو مخلوقات میں بڑائی کا دعویٰ اس کے مقابلہ میں اب کون کر سکتا ہے آپ دیکھ رہے ہیں، اپنے طبعی موقف سے ہٹ جانے کے بعد وہی آدمی جو سب سے چھوٹا بن کر رہ گیا تھا۔ فکری تصحیح کی ایک جنبش نے اسی کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ساری کائنات کو چیرتا پھاڑتا، وہاں پہنچ گیا، جہاں خالق کے سوا کوئی مخلوق نہیں ہے، انسان خدا کے لئے ہے؟ اس کا مطلب جو کچھ بھی ہو اور وہ مطلب بیان ہی کیا جائے گا لیکن سوال یہی ہے کہ خدا کے لئے ہو جانے کے بعد انسانی وجود کی قدر و قیمت کا بھلا کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے بعد انسانیت خواہ کسی قالب میں ہو، طفولیت کے عہد میں ہو، یا شباب کے زمانہ میں، کہولت کی منزل میں ہو، یا پیرانہ سالی کے دور میں ہو، انفرادی شکل میں ہو، یا اجتماعی رنگ میں، مردانہ سانچے میں یہی انسانیت جلوہ گر ہوئی ہو یا صنف نازک کے حسین و جمیل پیکر میں ڈھل کر سامنے آئی ہو یقیناً اس کے بعد وہ مستحق ہو جاتی ہے کہ اس کا احترام کیا جائے، اس کی قدر و قیمت پہچانی جائے اس کی قدرتی صلاحیتیں ابھاری جائیں، ان کے سنوارنے کی ممکنہ کوششوں میں سعی و سرگرمی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا جائے، اس کی حفاظت و نگرانی کے لئے حکومت کا نظام قایم کیا جائے۔ عدل و انصاف کے قوانین بنائے جائیں، عدل و انصاف کے محکموں کا جال بچھایا جائے، پولیس رکھی جائے، فوجی دستے بنائے جائیں، اس کے بال بال کی نگرانی کی جائے شفاخانے کھولے جائیں سینیٹوریم قایم کئے جائیں، اس کے لئے مواصلات کے ذرائع میں سہولتیں پیدا کی جائیں، مدارس و مکاتب، کلیات و جوامع سے ان کی آبادیوں کو بھر دیا جائے۔ الغرض جو کچھ کیا جا رہا ہے اور ان راہوں میں جو کچھ کیا جا سکتا ہے، آدمی قدرتاً ان سارے تکریمی حقوق کا پیدائشی حقدار بن جاتا ہے لیکن یہ سب جو کچھ بھی ہے، اس وقت تک ہے جب تک کہ سمجھا جائے کہ سب سے بڑے کے لئے آدمی پیدا کیا گیا ہے، اسی وقت تک وہ سب سے بڑا بھی ہے، سب چھوٹے اس کے لئے ان ہی حالات میں تو بن سکتے ہیں کہ سب سے بڑے کے لئے اس کو سمجھا جائے، اس کی ساری قدر و قیمت، عظمت و شرافت، احترام و کرامت اس کے وجود کے صرف اسی نصب العین میں پوشیدہ ہے کہ جو سب سے بڑا ہے مانا جائے کہ اسی کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے لیکن خالق کائنات کے قدموں سے ہٹنے کے بعد آپ دیکھ چکے کہ مخلوقات کے دائرے میں پہنچ کر انسانیت کی*

* کوئی فقرہ غیب باقی رہ گیا ہے (باقی آئندہ)

© rasailojaraid.com